Mohi-ud-Din Journal of Islamic Studies (MJIS)
ISSN 3007-3820 (Print) | 3007-3812 (Online)
(July-December) 2025, 2:2 (53-68)

محی الدین جرنل آف اسلامک اسٹڈیز
(جولائی – دسمبر ۲۰۲۴ء) ۲:۲

فقہ السیرۃ کی روشنی میں مثبت سوچ ورویہ کی افادیت: ایک تحقیقی جائزہ

The Significance of Positive Thinking and Attitude in Light of Fiqh al-Sīrah: An Analytical Study

Yasmeen Akhtar[a] & Dr. Abdul Rehman Khan[b]

[a] Lecturer in Islamic studies, Govt Post Graduacte College Pallandri, AJ&K.

[b] Assistance Professor, Department of Islamic Studies, University of Poonch Rawalakot, AJ&K

Corresponding author Email: drabdulrehmank@gmail.com,

How to cite: Yasmeen Akhtar, Dr.Abdul Rehman Khan " Positive Thinking and Attitude and its Effectiveness in the Light of Fiqhu al-Sīrah," *Mohi-ud-Journal of Islamic Studies* 2, no. 2 (2024): 53-68.

ABSTRACT

This research examines the concept of positive thinking in the light of Fiqh al-Sīrah to explore its effectiveness in enhancing moral, spiritual, and social well-being. Drawing upon the prophetic teachings and actions, the study highlights how a constructive mindset aligns with Islamic principles and fosters resilience, optimism, and proactive behaviour. Positive thinking and attitude play a crucial role in shaping an individual's personal development and societal interactions. The research adopts an analytical methodology, reviewing primary sources such as the Qur'an and Hadith, alongside secondary scholarly works on Fiqh al-Sīrah. The findings emphasize the Prophet's emphasis on hope, gratitude, and patience as foundational elements of a positive attitude. Additionally, the study underscores the transformative impact of such attitudes in overcoming challenges, strengthening interpersonal relationships, and contributing to community cohesion. The study recommends the attitudes towards shaping human behavior, emphasizing Islam's preference for positive attitudes. But is is essential to focus practically upon the life of Prophet Muhammad ﷺ as a model, it confirms the positive societal impact of constructive behaviour.

Keywords: Positive Thinking, Attitude, Fiqh al-Sīrah, Islamic Principles, Resilience

Mention in the table a brief sketch of Second author's Contribution:- (Maximum two Authors allowed only):

First Author completed her research under the supervision of second author.

C

All Contents of this publication is copyrighted and property of *Mohi-ud-Din Journal of Islamic Studies*, and restricted to commercial use. It allows Research uses only, provided that original author(s) and sources should be credited with a proper academic referencing.

ابو البشر حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تک جتنے بھی انبیاء اس دنیا میں مبعوث ہوئے سب کا مقصد مخلوق خدا کی سوچ و فکر کی گرہوں میں ان کے خالق کی معرفت کو پیوست کرنا تھا؛ تاکہ یہ فکری گمراہیوں کا شکار نہ ہوں۔ یہ انسان دنیا میں اکیلا تو رہ نہیں سکتا بلکہ اسے زندگی گزارنے کے لئے دیگر افراد سے واسطہ پڑتا ہے, جن کی سوچ، فکر، خیالات، نظریات اور رویے ایک دوسرے سے مختلف ہوتے ہیں۔ نظر و فکر کے اس تفاوت کی وجہ سے بسا اوقات ان میں اختلافات بھی پیدا ہو جاتے ہیں۔ اگر ان اختلافات کی حدود معلوم نہ ہوں تو نتیجتاً یہ اختلافات، افتراق کی شکل اختیار کر جاتے ہیں۔ اس لئے ضروری ہے کہ دین اسلام نے عمدہ اخلاق اور بہترین سوچ و کردار اپنانے کی تعلیم جو دی ہم اس سے نہ صرف آشنا ہوں، بلکہ وہ ہماری عملی زندگی میں بھی نظر آئے۔ اخلاق کا اعلیٰ مرتبہ یہ ہے کہ ہم زندگی کے ہر معاملہ میں مثبت رویہ اپنائیں۔ وہ لوگ جو ہم سے منہ موڑیں ہم ان سے تعلقات استوار کرنے کے کوشش کریں۔ جو ہم سے قطع تعلقی کرنا چاہیں ہم ان سے صلہ رحمی کرنے کی کوشش کریں۔ ہم ان لوگوں کے حقوق بھی ادا کرنے کی کوشش کریں جو لوگ ہمارا حق ماریں، اور یہ تمام اوصافِ حمیدہ ہمیں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات میں ملتے ہیں

سوچ کی لغوی تعریف

اُردو زبان میں لفظ سوچ متعدد معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ اُردو میں لفظ سوچ کے معنی "فکر، خیال، دکھ، رنج و غم، غور، دھیان اور توجہ ہیں۔"[1] اسی طرح عربی زبان میں بھی لفظ سوچ کے لیے بہت سی اصطلاحات استعمال ہوتی ہیں، پہلا لفظ فکر ہے، مثلاً "فکر (ض)فکرا و فکرا و افکر و افکر و تفکر فی الامر، کسی معاملہ کے متعلق سوچنا سمجھنا، غور وفکر کرنا، تامل کرنا وغیرہ، الفکر کے معنی بھی سوچ و بچار کرنے، غور وفکر کرنے اور ضرورت اور حاجت کے ہیں، اس کی جمع "افکار" ہے۔"[2]

رویہ کے لغوی معنی

اردو زبان میں لفظ رویہ کئی معنوں میں استعمال ہوتا ہے ۔اس کے معنی انسان کا چال چلن، طور طریقہ، برتاؤ، رنگ ڈھنگ، معمولات زندگی وغیرہ۔[3] رویہ کے لئے عربی زبان میں استعمال ہونے والی

1۔ مولوی فیروز الدین، **فیروز اللغات اُردو جامع** (لاہور: فیروز سنز پرائیوٹ لمیٹیڈ، 2010)، 818۔

2۔ لوئیس معلوف، **المنجد**، مترجم مولانا عبد الحفیظ بلیلاوی (لاہور: مکتبہ قدوسیہ، 2009)، 655۔

3۔ مولوی، **فیروز اللغات**، 1203۔

اصطلاح "سلوک "ہے، جس کے معنی ہیں، عمل، طور طریقہ، اجتماعی، اخلاقی اور معاشرتی برتاؤ وغیرہ سلوک کہلاتا ہے۔[4] رویہ کو انگریزی زبان میں attitudeاور behavior کہتے ہیں۔

رویہ کی اقسام

ماہرین نفسیات کے مطابق انسانی رویوں کی دو بڑی اقسام ہیں۔

تعصب

رویہ کی پہلی قسم "تعصب ہے جسے انگریزی میں prejudice کہتے ہیں، جس کے معنی ہیں کسی بھی معاملہ میں پہلے سے ہی کوئی رائے قائم کر لینا۔ متعصب شخص اپنی رائے کے برخلاف نہ تو کوئی اور رائے سننا پسند کرتا اور نہ ہی اپنی قائم کردہ رائے میں کوئی اور تبدیلی لانا چاہتا ہے۔ یہ رائے مثبت بھی ہو سکتی ہے اور منفی بھی ہو سکتی ہے

دقیانوسی

ایسا رویہ ہے، جو کسی شے یا صورت حال کے متعلق لچک دار نا ہو اور نا ہی اس میں کسی بھی طرح کی تبدیلی ہو سکے، سٹیریو ٹائپ رویہ کہلاتا ہے۔ ایسے رویہ کا حامل فرد مختلف گروہوں، چیزوں یا اشخاص کے بارے میں معلومات اکھٹی کرتا ہے، پھر ان رویوں کو حتمی سمجھتا ہے اور ان کو تبدیل نہیں کرتا۔

مثبت رویہ اور سوچ کی تعریف

کسی انسان کا ایسا رویہ یا سوچ جو اس سے جڑے افراد کے لئے باعث مسرت ہو، سود مند ہو؛ مثبت سوچ و رویہ کہلاتا ہے۔

منفی سوچ و رویہ کی تعریف

ایسی سوچ جو کسی بھی فرد یا اس سے متعلقہ افراد کے لئے پریشانی یا نقصان کا باعث ہو منفی یا غلط سوچ کہلاتی ہے۔ اور ایسا عمل جس میں یقینی طور پر نقصان ہوتا ہے اور اس کے کرنے سے کوئی ترقی یا اضافہ ممکن نہیں ہوتا، جو فرد کو اس کی منزل سے دور کرنے کا باعث ہوتا ہے منفی سوچ یا رویہ کہلاتا ہے۔[5]

رویوں کے محرکات

انسانی رویے وقت کے ساتھ ساتھ تشکیل پاتے رہتے ہیں، یہ کبھی دقیانوسی ہوتے ہیں اور کبھی متعصب ہوتے ہیں، یعنی کچھ رویوں کو تبدیل کیا جا سکتا ہے اور کچھ کو تبدیل کرنا انتہائی مشکل ہوتا ہے۔ انسان کے ان رویوں

---

[4]۔ وحید الزماں کیرانوی، **القاموس الاصطلاحی الجدید** (دہلی: مکتبہ اشاعت القرآن، 1979)، 286۔

[5]۔ طارق محمود مغل، **معاشرتی نفسیات** (لاہور: پانچواں ایڈیشن، اُردو سائنس بورڈ، س ن)، 205۔

کے پیچھے کچھ عوامل یا وجوہات کار فرما ہوتی ہیں۔ یا یوں کہا جا سکتا ہے کہ افراد کے رویوں کی تشکیل میں بہت سے عناصر کا عمل دخل ہوتا ہے۔ یہ عناصر یا وجوہات و محرکات مختلف ہوتے ہیں۔ جدید ماہرین نفسیات کے مطابق رویوں کی تبدیلی کے محرکات کی دو اقسام ہیں۔ ایک عضویاتی محرکات اور دوسری نفسیاتی محرکات۔[1] عضویاتی محرکات کو فطری محرکات اور نفسیاتی محرکات کو غیر فطری محرکات بھی کہتے ہیں۔

انسانی رویہ کے فطری محرکات / عضویاتی محرکات

انسان کے رویہ کے فطری محرکات مندرجہ ذیل ہیں:

اپنی ذات کی حفاظت کی خواہش

انسانی رویہ کے فطری محرکات میں سے سب سے پہلا محرک انسان کا اپنی ذات کو بچانے اور حفاظت ذات کا محرک ہے۔ اکثر دیکھنے میں آتا ہے کہ ہر ایک جاندار خواہ وہ انسان ہو یا حیوان، پیدائش کے بعد سے ہی اپنی ذات کی حفاظت کی تگ و دو کرنے لگتا ہے۔ انسانی بچہ پیدائش کے فوراً بعد سے ہی بھوک لگنے اور درد محسوس ہونے پر رونے لگتا ہے۔ یعنی وہ اپنی ذات کو محفوظ کرنا چاہتا ہے اور خود کو درد سے بچانے اور اپنی بھوک مٹانے کے لئے مخصوص رویہ اختیار کرتا ہے، اس کے اس رویہ کا محرک / سبب حفاظت ذات ہے۔[6]

حفاظت نوع

انسانی رویوں کے محرکات میں سے یہ دوسرا بڑا محرک ہے، انسان کی زندگی میں جنسی تسکین بہت زیادہ اہم ہے۔ مرد و خواتین کے مابین کشش اسی خواہش کی وجہ سے پائی جاتی ہے۔ انسان کے اکثر اعمال کی وجہ اس کا یہی میلان جنسی بھی ہوتا ہے۔ خصوصاً جوانی میں کئے جانے والے اکثر اعمال اور رویوں کا تعلق اسی میلان جنسی سے ہے۔ حفاظت نوع کی وجہ سے والدین اپنے بچوں سے محبت کرتے ہیں۔ بعض اوقات والدین کے اندر موجود حفاظتِ نوع کا یہ محرک حفاظتِ ذات پر فوقیت حاصل کر جاتا ہے، اور والدین اپنی خوشی کو اولاد کی خوشی پر قربان کر دیتے ہیں۔[7]

خوف کا محرک

خوف انسان کی پیدائش سے اس کی موت تک انسان کے ساتھ رہتا ہے، اور انسان اپنے کسی نا کسی خوف کی وجہ سے مخصوص رویے اپناتا ہے، کسی بیماری کے خوف سے انسان ایسی صحت مندانہ زندگی گزارنے کی کوشش کرتا آپس کی محبت وہ نسخہ ء کیمیا ہے جو مثبت سوچ و طرز عمل کی بنیاد ہے۔ جب انسان ایک دوسرے سے محبت کرنے لگتے

---

[6]۔ مولانا حفظ الرحمٰن، سیوہاروی، **اخلاق اور فلسفہ اخلاق**، (دہلی: ندوۃ المصنفین، 1940)، 18۔

[7]۔ **المصدر السابق**۔

ہیں تو پھر وہ ایک دوسرے کی بھلائی چاہتے ہیں۔جب کہ جہاں محبت ناپید ہو وہاں منفی سوچ اور منفی جذبات پروان چڑھتے ہیں۔ نبی اکرم ﷺ نے باہمی محبت کو بڑھانے کا طریقہ بتایا کہ:

" أَفْشُوا السَّلَامَ "[8]

اس حدیث مبارکہ میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، قسم اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے تم جنت میں نہیں جاؤ گے جب تک تم ایمان نہ لے آؤ، اور تم صاحب ایمان نہیں ہو سکتے جب تک تم آپس میں محبت نہ کرنے لگو، میں تمھیں وہ چیز نہ بتاؤں کہ جب تم اسے کرو تو آپس میں محبت کرنے لگو، اپنے درمیان سلام کو پھیلاؤ۔

عاجزی وانکساری اور نرمی کا برتاؤ کرنا

دوسروں کی طبیعت، جنس، شخصیت، عمر اور عہدہ و مرتبہ کا خیال رکھتے ہوئے ان کے ساتھ نرمی کا معاملہ کرنا اور خود کو دوسرے سے کم تر جاننا عاجزی کہلاتا ہے۔[9] یہ ایک ایسا مثبت طرز عمل ہے جس کی وجہ سے انسان میں سے خود نمائی و برتری کے جذبہ کا خاتمہ ہوتا ہے۔عاجزی وانکساری اختیار کرنے والا شخص دوسروں کو ان کے مقام و مرتبہ کے مطابق عزّت دیتا ہے نرم طبیعت کا حامل شخص دوسروں کا ہمدرد اور مددگار ہونے کی وجہ سے ہر کسی کا پسندیدہ ہوتا ہے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:

﴿وَعِبَادُ الرَّحْمَٰنِ الَّذِينَ يَمْشُونَ عَلَى الْأَرْضِ هَوْنًا۔﴾[10]

(اور رحمان کے بندے زمین پر عاجزی کے ساتھ چلتے ہیں۔)

نرم خو شخص کو کبھی ہزیمت کا سامنا نہیں کرنا پڑتا، اور نہ ہی اس کی زبان سے دوسروں کی دل آزاری ہوتی ہے۔ہمارے نبی ﷺ بہت عاجزانہ طبیعت کے حامل تھے اپنے تو اپنے دشمنوں کے ساتھ بھی نرمی کا برتاؤ اختیار کرتے تھے۔ آپ ﷺ نے کبھی فخر و تکبر کو اپنے قریب تک نہ آنے دیا نبی اکرم ﷺ کا ارشاد مبارک ہے:

((ان اللَّهَ أَوْحَى إِلَيَّ أَنْ تَوَاضَعُوا حَتَّى لَا يَبْغِيَ أَحَدٌ عَلَى أَحَدٍ وَلَا يَفْخَرَ أَحَدٌ عَلَى أَحَدٍ))[11]

(اللہ تعالیٰ نے میری طرف وحی کی ہے کہ تم عاجزی اختیار کرو یہاں تک کہ کوئی بھی دوسرے پر فخر نا کرے۔)

---

[8]۔ محمد بن عیسی،الترمذی،**سنن الترمذي**، (لبنان ،بیروت: دار التاصیل،مرکز البحوث و التقنیة المعلومات ،الطبعه الاولیٰ،1435ھ) باب ما جاء فی افشاء السلام،ح2612۔

[9]۔ ڈاکٹر مفتی محمد اسلم رضا، میمن تحسینی،واعظ الجمعہ، **تواضع،عاجزی انکساری اور اس کی برکات** (کراچی: دار اہل السنہ ،2021ء)،1۔

[10]۔ القرآن:63:25

[11]۔ سلیمان بن الأشعث،ابو داؤد،**سنن ابو داؤد** (لبنان ،بیروت: دار التاصیل،مرکز البحوث و التقنیة المعلومات ،الطبعه الاولیٰ،1435ھ)، بَاب فِي التَّوَاضُعِ،ح4250۔

قبل از اسلام فاتحین جب کسی مفتوحہ علاقہ میں داخل ہوتے تھے تو اہل علاقہ کو عبرت کا نشان بنا دیتے تھے۔ مفتوحین سے بدترین سلوک اختیار کرنا قتل وغارت کرنا، ان کی املاک چھین لینا قابل فخر بات سمجھی جاتی تھی۔ اس کے برعکس ہمارے پیارے نبی ﷺ فتح مکہ کے موقع پر جب مکہ میں فاتح کی حیثیت سے داخل ہوئے تو آپ ﷺ کا سر مبارک عاجزی سے جھکا ہوا تھا۔[12]

صبر وبرداشت

برداشت مثبت رویہ یا دوسرے لفظوں میں اخلاق حسنہ کی ایک شاخ ہے۔ صبر وبرداشت انبیاء اور اہل ایمان کا خاصہ ہے۔ آج معاشرہ کے بہت سے مسائل کی بڑی وجہ برداشت کا فقدان اور بے صبری ہے۔ اسی بے صبری کی وجہ سے ذرا ذرا سی بات پر قتل وخون بہانے جیسے واقعات رونما ہوتے ہیں۔ ہمارے نبی اکرم ﷺ نے ہمیشہ صبر وبرداشت کا دامن تھامے رکھا۔ مشرکین مکہ نے آپ ﷺ کو طرح طرح سے ستایا آپ ﷺ کو ہجرت تک کرنے پر مجبور کر دیا مگر آپ ﷺ نے فتح مکہ کے موقع پر باوجود اختیار کے سب کو معاف کر دیا اور فرمایا کہ:

((لا تثريب عليكم اليوم اذهبوا فانتم الطلقاء))[13]

(آج کے دن تم پر کوئی عتاب نہیں جاؤ تم سب آزاد ہو۔)

منفی سوچ ورویہ کے انفرادی واجتماعی اثرات (اخلاقی ونفسیاتی)

انسان کی مثبت سوچ ورویہ کی طرح اس کے منفی سوچ ورویہ کے بھی بہت سے اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ چند مندرجہ ذیل ہیں۔

بدگمانی

بدگمانی سراسر منفی سوچ ہے۔ باہم نیک گمان کرنا مثبت سوچ ہے اس طرح کی مثبت سوچ کی وجہ سے انسان مثبت رویہ اپناتا ہے جو اس کے لئے اور معاشرہ کے دیگر افراد کے لئے باعث ترقی ہوتا ہے۔ جب کہ منفیت تنزلی کا باعث ہوتی ہے۔ نبی اکرم حضرت محمد ﷺ نے مسلمانوں کو ایک دوسرے سے بدگمان ہونے سے منع فرمایا آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

12۔ محمد بن اسحاق، ابو محمد عبد الملک، ابن ہشام، (مترجم یٰسین علی حسنی نظامی)، **سیرت النبی ﷺ**، (لاہور: ادارہ اسلامیات، مئی 1992)، 2:275۔

13۔ صفی الرحمٰن، مبارکپوری، **الرحیق المختوم**، (لاہور: المکتبہ السلفیہ، س ن)، 551۔

((إِيَّاكُمْ وَالظَّنَّ، فَإِنَّ الظَّنَّ أَكْذَبُ الحَدِيثِ))[14]

(بدگمانی سے بچو پس بے شک بدگمانی سب سے جھوٹی بات ہے۔)

آپ ﷺ کی تمام زندگی مثبت طرز عمل کا منہ بولتا ثبوت ہے، آپ ﷺ نے اپنی زندگی کے مشکل ترین اوقات میں بھی مثبت رویہ اپنایا طائف کے موقع پر آپ ﷺ جب اہل طائف کو دعوت حق دینے کے لئے گئے تو اہل طائف کے بدترین سلوک کے باوجود جب پہاڑوں کے فرشتے نے اہل طائف کو ہلاک کرنے کی اجازت چاہی تو آپ ﷺ نے اہل طائف کے متعلق بھی نیک گمان کیا اور فرشتے کو منع کرتے ہوئے فرمایا کہ میں امید کرتا ہوں کہ اللہ ان کی نسلوں سے ایسے لوگ پیدا فرمائے گا جو ایک اللہ کی عبادت کریں گے اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرائیں گے۔

یہ آپ ﷺ کا مثبت طرز عمل اور نیک گمان تھا کہ آپ ﷺ نے ان پر عذاب کے نزول کے بجائے ان کی نسلوں کے لئے ہدایت کی امید رکھی

غصہ

غصہ انسان کے ذہن میں پیدا ہونے والی کسی بھی منفی سوچ کا ردعمل ہوتا ہے۔یہ ایک ایسا منفی رویہ ہے جس کی وجہ سے انسان مشتعل ہوکر دیگر منفی سرگرمیوں میں مبتلا ہو جاتا ہے۔اسی لئے دین اسلام میں غصہ کو دبانے کی تاکید کی ہے اور نبی اکرم ﷺ کی غصہ سے منع فرمانے کے متعلق متعدد احادیث مبارکہ ملتی ہیں۔ایک حدیث مبارکہ میں غصہ پر قابو پانے والے کو پہلوان کہا گیا ہے، حدیث مبارکہ ہے کہ آپ سے دریافت فرمایا:

((مَا تَعُدُّونَ الصُّرَعَةَ فِيكُمْ قَالُوا الَّذِي لَا يَصْرَعُهُ الرِّجَالُ قَالَ لَا وَلَكِنَّهُ الَّذِي يَمْلِكُ نَفْسَهُ عِنْدَ الْغَضَبِ))[15]

(رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام سے پوچھا، تم کس کو پہلوان خیال کرتے ہو؟ صحابہ کرام نے جواب دیا پہلوان وہ ہے جو دشمن کو پچھاڑ دے تو آپ ﷺ نے فرمایا نہیں پہلوان وہ ہے جو غصہ میں اپنے نفس پر قابو رکھے۔)

حسد

---

[14]- محمد بن اسماعیل ، بخاری، **صحیح البخاری** (لبنان ،بیروت : دار التاصیل،مرکز البحوث و التقنیة المعلومات، ،الطبعه الاولی،1433ھ) کتاب الادب،باب قول الله تعالیٰ یا ایهاالذین أمنوا اجتنبوا کثیراً من الظن،ح6066

[15]- **سنن ابو داؤد**،کتاب الادب،باب من کظم غیظا،ح4148

حسد کے معنی ہیں کسی کے پاس موجود نعمت کو دیکھ کر دل میں یہ خیال پیدا ہونا کہ وہ نعمت دوسرے سے چھن کر اس مل جائے۔[16] حسد ایک منفی رویہ ہے جس کی وجہ سے حاسد محسود کو نقصان پہنچانے کی حتیٰ الامکان کوشش کرتا ہے، اور وہ چاہتا ہے کہ محسود کی نعمت اس کو مل جائے۔ اپنی اس خواہش کی تکمیل کے لئے حاسد کسی بھی طرح کا طریقہ کرنے سے گریز نہیں کرتا۔ حسد کی وجہ سے شیطان نے آدم کو سجدہ کرنے سے انکار کیا اور ہمیشہ کے لئے ملعون ٹھہرا۔ نبی اکرم ﷺ نے حسد کے متعلق ارشاد فرمایا ہے کہ:

((إِيَّاكُمْ وَالظَّنَّ، فَإِنَّ الظَّنَّ أَكْذَبُ الحَدِيثِ، وَلاَ تَحَسَّسُوا، وَلاَ تَجَسَّسُوا، وَلاَ تَنَاجَشُوا، وَلاَ تَحَاسَدُوا۔۔۔))[17]

(رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بد گمانی سے بچو بے شک بد گمانی جھوٹی بات ہے، کسی کے عیب مت تلاش کرو، اور بولی نا بڑھاؤ، اور آپس میں حسد نہ کرو۔)

تکبر

خود کو دوسرے سے افضل و برتر سمجھنے کا نام تکبر ہے، تکبر کے متعلق آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((الْكِبْرُ بَطَرُ الْحَقِّ وَغَمْطُ النَّاسِ))[18]

(تکبر حق کی مخالفت کرنے اور لوگوں کو حقیر سمجھنے کا نام ہے۔)

تکبر ایک اخلاقی برائی اور منفی سوچ ہے جو کئی دیگر منفی اعمال کا پیش خیمہ ہو سکتی ہے، مثلاً شیطان تکبر میں مبتلا ہو کر آدم کو سجدہ تعظیمی کرنے سے انکار کر کے اللہ تعالیٰ کا نافرمان اور ملعون ٹھہرا۔

مایوسی و نااُمیدی

مایوس شخص شیطان کا آسان ہدف ہوتا ہے۔ علماء کا خیال ہے کہ مایوسی کا سبب ہماری منفی سوچ ہے جو ہماری سہل پسندی اور کم عملی کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے۔ باشعور انسان اس طرح کے منفی رویہ سے دور رہتے ہیں کیوں کہ وہ اللہ کی طرف سے اپنی مقرر کردہ تقدیر پر راضی رہتے ہوئے مسلسل عمل کرتے ہیں اور کامیابیوں سے ہمکنار ہوتے ہیں۔[19]

16۔ امام راغب، اصفہانی، **مفردات القرآن**، ترجمہ و حواشی مولانا محمد عبدہ فیروز پوری (لاہور: اسلامی اکادمی، جون 1987)، 1: 234

17۔ **البخاری**، كتاب الادب، باط يا ايها الذين أمنوا اجتنبو۔۔۔۔الخ، ح6066

18 **صحيح مسلم**، باب تحريم الكبر وبيانه، ح131

19 مدثر احمد قاسمی، **اسلامی تعلیمات مثبت سوچ کی ترغیب دیتی ہیں**، (ممبئی: انقلاب، 10 فروری 2010)

فقہ السیرۃ کی روشنی میں منفی سوچ ورویہ کے انفرادی واجتماعی اثرات کا حل۔

عصر حاضر میں افراد معاشرہ اپنے منفی رویوں کی وجہ سے اخلاقی انحطاط اور نفسیاتی مسائل کا شکار ہیں،انسان کی اخلاقی حالت وقت کے ساتھ ساتھ مزید بگڑتی جارہی ہے،جن کو حل کئے بغیر معاشرہ کی فلاح ناممکن ہے۔افراد معاشرہ کی اخلاقی حالت کو بدلنے کے لئے ضروری ہے کہ اخلاق نبوی ﷺ سے راہنمائی حاصل کی جائے۔ آج اگر ہم معاشرہ کا جائزہ لیں تو معلوم ہوتا ہے کہ عصر حاضر بھی زمانہ جاہلیت سے مماثلت رکھتا دکھائی دیتا ہے،ایسے حالات میں ضروری ہے کہ جانا جائے کہ وہ کون سے اصول وطریقے تھے جن کی بدولت عرب کا جہل مٹ گیا تھا،وہ اعلیٰ اخلاق سے مزّین ہوئے اور ان کا شمار دنیا کی مہذب ترین اقوام میں ہوا۔چناں چہ عصر حاضر کے مسائل کو حل کرنے کے لئے سیرت النبی ﷺ سے رہنمائی حاصل کرنا ضروری ہے۔

تقویٰ کا فقدان

عصر حاضر کے مسائل کی ایک بڑی وجہ تقویٰ کا فقدان ہے۔"تقویٰ سے مراد اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنا اور اس نے جن کاموں کے کرنے کا حکم دیا ان کو بجالانا اور جن سے منع کیا ان سے باز رہنا ہے،یہ اللہ تعالیٰ کی عبادت اور اس کے محرمات سے بچنے سے حاصل ہوتا ہے۔حضرت عمر بن عبدالعزیز نے تقویٰ کی یہ تعریف بیان کی ہے کہ (اللہ کی حرام کردہ اشیاء کو چھوڑنے اور اس کے فرائض کو بجالانے کا نام تقویٰ ہے۔"[20]

تمام انبیاء کرامؑ نے اپنی اقوام کو سب سے پہلے اسی بات کی نصیحت فرمائی کہ (الا تتقون) کیا تم کو خدا کا خوف نہیں؟ اس کے بعد ان کو یہ نصیحت فرمائی کہ: پس اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو، کیوں اللہ تعالیٰ کے خوف اور اس کے ڈر کے بغیر کوئی نصیحت انسان پر اثر نہیں کرتی، اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والے ہی نصیحت پکڑتے ہیں۔"[21] اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ تقویٰ کو کس طرح حاصل کیا جائے؟ تو اس کا جواب انتہائی سادہ ہے کہ متقین کی قرآن وحدیث میں بیان کردہ صفات کو پیدا کرنے سے تقویٰ کا حصول ممکن ہے۔

حق کی تکذیب اور باطل عقائد

عقیدہ انسان کی زندگی میں وہی حیثیت رکھتا ہے جو کسی درخت کے لئے بیج کی ہوتی ہے،یعنی جیسا بیج ہوتا ہے اس سے اگنے والا درخت یا پھل بھی ویسا ہی ہوتا ہے۔آج کے معاشرہ کا انسان کے عقائد میں بہت بگاڑ پیدا ہو چکا

---

https://www.inquilab.com/features/articles/islamic-teachings-encourage-positive-thinking-42554 accessessed on dated 1-oct-2024.

[20] ۔ عمر سلیمان، اسقر، مترجم، حافظ سعید الرحمٰن، **تقویٰ، اہمیت، فضیلت اور فوائد و ثمرات**، (لاہور: دالاندلس، س ن)، 18-

[21] ۔ مولانا محمد ادریس، کاندھلوی، **معارف القرآن** (شہدادپور، سندھ، پاکستان: مکتبۃ المعارف دار العلوم الحسینیہ، 1419ھ)، 1: 45-46

ہے۔بہت سے افراد ایسے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے وجود کے ہی منکر ہو چکے ہیں۔انسان کی اس سے بڑھ کر منفی سوچ اور کیا ہو سکتی ہے کہ وہ اپنے خالق کے وجود کا ہی انکار کر دے۔۔نبی اکرم ﷺ نے سب سے پہلے عقائد کی درستگی پر زور دیا اور اپنے اصحاب کی اخلاقی تربیت کی کہ ان کی زندگی کی کایاپلٹ گئی۔

اس وقت کے عرب بھی خدا کی ذات کو بھول کر بے عملی اور بے راہ روی کا شکار ہو چکے تھے،تو نبی اکرم ﷺ نے سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کے حکم سے عقائد کی اصلاح فرمائی۔آپ ﷺ نے جب تبلیغ کا آغاز اپنے خاندان سے کیاتو ان کو جمع کر کے سب سے پہلے ان کو باطل عقائد سے باز فرمایااور توحید کا درس دیا۔"[22]اس لئے سب سے پہلے موجودہ مسائل کو حل کرنے کے لئے ضروری ہے کہ افراد معاشرہ کے عقائد کو درست کیاجائے جب عقائد درست ہو جائیں گے تو بہت سے مسائل تو خود ہی ٹھیک ہو جائیں گے اور جو باقی ہوں گے ان کو آسانی سے درست کیا جا سکے گا۔

بے لاگ معاشرہ

اسلام ایک ایسے صالح معاشرہ کا تصور پیش کرتا ہے،جس میں افراد معاشرہ کو ہر وقت یہ احساس رہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں دیکھ رہاہے اور وہ ان سے ان کے اعمال کے متعلق ضرور باز پرس کرے گا۔آج کے معاشرہ کے اکثر مسائل کی وجہ یہ ہے کہ ایک ایسابے لاگ معاشرہ وجود میں آگیاہے،جس میں ناتو کسی کو خوف خدا ہے اور ناہی مذہب کی پرواہ۔افراد معاشرہ اس فکر سے آزاد ہو چکے ہیں کہ ان کا کوئی عمل معاشرہ پر کس طرح اثر انداز ہو سکتا ہے۔اسی لئے وہ اپنے فائدہ اور اپنی ذاتی پسند و ناپسند کے لئے ہر جائز و ناجائز ذریعہ اختیار کرنے سے گریز نہیں کرتے۔معاشرہ میں ہم جنس پرستی حتی کہ انسان کو خود کو جانور میں تبدیل کر لیناتک رواج پکڑ رہاہے۔انسانیت کو اس زوال پذیری سے نکالنے کے لئے افراد معاشرہ میں خشیت الٰہی پیدا کرناضروری ہے۔جب افراد کے دلوں میں اللہ کا خوف پیدا ہو جائے گاتو یوں خود بخود ایسا معاشرہ وجود میں آئے گاجو ایک صالح معاشرہ ہو گا۔لہذا ایک صالح معاشرہ کے قیام کے لئے امر بالمعروف و نہی عن المنکر نہایت ضروری ہے جیسا کہ مومنین کی صفات بیان فرماتے ہوئے ارشاد ہوا کہ:

﴿وَالْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ يَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ﴾[23]

---

[22]۔ مبارک پوری،**الرحیق المختوم**،113۔

[23]۔ القرآن 71:9۔

(مومن مرد اور مومن عورتیں ایک دوسرے کے دوست ہیں وہ ایک دوسرے کو نیکی کا حکم دیتے ہیں اور برائی سے روکتے ہیں۔)

اس لئے ضروری ہے کہ معاشرہ میں ایسے افراد موجود ہو جو دوسروں کو بھلائی کے راستے کی طرف لائیں اور برائی سے باز رہنے کی تلقین کریں، "جیسا کہ پہلی وحی کے بعد ہی دوسری وحی میں آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کرنے اور لوگوں کو ڈرانے (یعنی امر بالمعروف اور نھی عن المنکر) کا حکم فرمایا گیا۔"[24] یعنی عقائد کی اصلاح اسی طرح ممکن ہے کہ نیکی کا حکم دیا جائے اور برائی سے منع کیا جائے۔ اور اگر ہم ابتدائی تبلیغ کا جائزہ لیں تو اس میں تین باتوں پر زور دیا گیا:

عقائد کی اصلاح، امر بالمعروف و نہی عن المنکر اور تزکیہ ءنفس۔

امت کا باہم دست و گریبان ہونا

عصر حاضر میں جہاں دیگر مسائل موجود ہیں وہاں ایک اجتماعی مسئلہ امت کا عدم اتحاد و اتفاق اور آپس میں ہی دست و گریبان ہونا بھی ہے، جس کے نتیجہ میں دشمنان اسلام کے لئے ایک آسان ہدف ہیں۔ جب کہ دین اسلام نے مسلمانوں کو ایک جسم اور ایک عمارت سے تشبیہ دی ہے حدیث مبارکہ ہے کہ:

((تَرَى الْمُؤْمِنِينَ فِي تَرَاحُمِهِمْ وَتَوَادِّهِمْ وَتَعَاطُفِهِمْ، كَمَثَلِ الجَسَدِ۔۔))[25]

(آپ کو مسلمان آپس میں رحم کرنے میں اور آپس میں الفت و محبت رکھنے میں ایک جسم کی مانند پائیں گے)

جب جسم کے ایک حصہ میں درد ہو تو تمام جسم بخار اور بیداری کی وجہ سے بے چین ہو تا ہے۔ امت مسلمہ کے بقا کے لئے آپس میں متحد ہونا بہت ضروری ہے۔ امت مسلمہ کو آپس کے اختلافات کو بھلا کر باہم متحد ہونا پڑے گا تب ہی وہ دوبارا عروج حاصل کرنے میں کامیاب ہو سکیں گے۔

انتہاء پسند معاشرہ

"انتہا پسندی ایک ایسا منفی رویہ ہے، جس کی وجہ سے افراد اپنے خیالات و عقائد کے برعکس بات کو سننا برداشت نہیں کرتے، اس قسم کے رویہ کی وجہ سے بات چیت کے ذریعہ سے مسائل کے حل کا راستہ بند کر دیا جاتا ہے۔"[26] عصر حاضر کے دیگر مسائل کی طرح ایک مسئلہ انتہاء پسندی بھی ہے۔ انتہاء پسندی کسی بھی نوعیت کی ہو قابل مذمت ہے کیوں کہ اس کی وجہ سے معاشرہ کا امن و سکون خراب ہو جاتا ہے۔

---

[24]۔ مبارک پوری، **الرحیق المختوم**، 102۔

[25]۔ **صحيح البخاری**، ،كتاب الادب،بابرحمة الناس والبهائم،/8: 28، ح6016

[26]۔ محمد طاہر اکبر "**فقہ السیرۃ کی روشنی میں انتہاء پسندی کے عوامل و تدارک**،" *الابصار*، ج1، شمارہ 1، جنوری-جون (2022ء): 19-32- https://journals.iub.edu.pk/index.php/al-absar/about

انتہا پسندی کی اسلام میں کوئی گنجائش نہیں ہے، اگر رنگ و نسل کی بنیاد پر ہو یا کوئی اور، اسلام اس کی شدت سے مذمت کرتا ہے اور انسانوں کو نسل آدم ہونے کے ناطے برابر قرار دیتا ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:

﴿يَاأَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِنْ ذَكَرٍ وَأُنْثَى وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُو ---﴾[27]

(اے لوگو! ہم نے تمہیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا فرمایا ہے اور ہم نے تمہارے خاندان اور قبیلے اس لئے بنائے ہیں کہ تم آپس میں تعارف کر سکو---)

آیت مبارکہ ہر اس انتہا پسندی کی نفی کرتی ہے جس کی بنیاد خاندان یا قبیلہ ہو، قبائل اور خاندان کو مقصد صرف آپس کی پہچان ہے نا کہ معیار عزت ہے، افراد معاشرہ کو اس ذات پات کے تصور سے نکال کر ہی اس قسم کی انتہاء پسندی سے دور رکھا جانا ممکن ہے۔

ادائیگی فرائض میں کوتاہی اور بے عملی

موجودہ دور کے مسائل میں سے ایک فرائض کی ادائیگی میں کوتاہی ہے، آج کے معاشرے کا ہر فرد اپنے حقوق کو پوری طرح حاصل کرنے کا خواہاں تو ہے مگر وہ اپنے فرائض ادا کرنے میں کوتاہی برتتا ہے۔ اگر موجودہ دور کے ہر شخص کو اپنے فرائض و ذمہ داریاں ادا کرنے کا احساس پیدا ہو جائے تو بہت سے مسائل با آسانی حل ہو جائے گے۔ نبی ﷺ نے فرائض کی ادائیگی کے متعلق ارشاد فرمایا:

((كُلُّكُمْ رَاعٍ وَمَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ،---))[28]

(تم میں سے ہر ایک نگہبان ہے اور اس سے اس کی نگہبانی کے متعلق پوچھا جائے گا۔)

چناچہ افراد معاشرہ کو بے عملی و کوتاہی سے دور کر کے با عمل بنانے کے لئے ضروری ہے کہ احتساب اور مسؤلیت پر سختی سے عمل کیا جائے۔

اپنے اوقات اور صلاحیتوں کو ضائع کرنا

موجودہ معاشرہ کو سوشل میڈیا کا اور ڈیجیٹل دور کہا جاتا ہے، عوام و خواص، بچے و بزرگ ہر ایک اپنے دن کا اکثر حصہ شوشل میڈیا پر برباد کر رہا ہے۔ وہ صلاحیتیں جو کسی کار آمد شے پر صرف کی جانی مقصود ہیں، ٹک ٹاک ،ٹویٹر اور فیس بک پر لایعنی باتوں میں وقت گزاری کی وجہ سے ضائع ہو رہی ہیں۔ اسلام ہمیں اس بات کا درس دیتا ہے کہ اپنے ایام کو ضائع نا کیا جائے نبی ﷺ کا ارشاد مبارک ہے:

---

[27]- **القرآن** :49 :13

[28]- **صحیح البخاری**، کتاب العتق،باب العبد راع فی مال سیدہ،ح2573،/3: 444

((إِنَّ مِنْ حُسْنِ إِسْلَامِ الْمَرْءِ تَرْكَهُ مَا لَا يَعْنِيهِ))[29]

(بے شک کسی بھی شخص کے اسلام کی یہ خوبی ہے کہ وہ لایعنی باتوں سے پرہیز کرتا ہے۔)

خلاصہ بحث

سوچ اور رویہ کی لغوی اور اصطلاحی تعریف کی مدد سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ سوچ انسان کے ذہن میں پیدا ہونے والے خیالات کا نام ہے۔ رویہ کسی بھی انسان کے کردار اس کے چال چلن اور اطوار کا نام ہے۔ انسان کی سوچ دو طرح کی ہوتی ہے مثبت بھی اور منفی بھی اور اسی سوچ کی وجہ سے مثبت یا منفی رویے وجود میں آتے ہیں۔ انسانی رویوں کے محرکات یا اسباب ہوتے ہیں۔ چند محرکات فطری ہوتے ہیں جو انسان کی فطرت میں رکھ دیئے گئے ہیں، اور کچھ محرکات غیر فطری ہیں جو انسان معاشرہ سے سیکھتا ہے اور اپناتا ہے، غیر فطری محرکات کی وجہ سے اپنائے گئے رویے تبدیل کئے جاسکتے ہیں۔ دین اسلام اور تمام ادیان الٰہی میں مثبت رویے پسندیدہ ہیں اور منفی رویے ناپسندیدہ ہیں اور ان کی ممانعت کی گئی ہے۔ نبی اکرم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کی مکمل حیات مثبت رویہ کی مثال ہے، آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے قبل از نبوت بھی کبھی منفی رویہ اختیار نہیں کیا، قبل از نبوت بھی بت پرستی، شراب نوشی، جوا، ناچ گانا، لڑائی جھگڑا سے نفرت کرتے تھے۔ حلف الفضول، تنصیب حجر اسود، آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کی امانت داری واقعہ طائف وغیرہ آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کی مثبت رویہ کہ چند مثالیں ہیں۔ انسان کے مثبت و منفی رویہ کے معاشرہ پر بہت سے اثرات مرتب ہوتے ہیں، ان اثرات کو سیرت النبی صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سے راہنمائی حاصل کرتے ہوئے حل کیا جاسکتا ہے۔ چناں چہ سیرت النبی صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اور فقہ السیرہ سے آگاہی لازمی ہے۔

تجاویز وسفارشات

1۔ مثبت رویے تشکیل دینے کے لئے سکول وکالج کی سطح پر علم الاخاق کی تعلیم فراہم کرنے کے لئے اقدامات کئے جائیں، خصوصی طور پر سیرت النبی صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کو پرائمری سطح سے شامل نصاب کیا جائے اور عملاً طلباء کی اخلاقی تربیت سیرت النبی صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سے راہنمائی لیتے ہوئے کی جائے۔

2۔ افراد معاشرہ کی فکری روحانی تربیت و بالیدگی کے لیے مثبت رویے اور خوبیاں، جن میں ایمان داری، سچائی، حیا داری، مساوات عدل وانصاف، امداد باہمی، بے لوثی، ایفائے عہد، شکر گزاری، محنت، صبر، قناعت پسندی، مفادِ عامہ کے عملی مظاہرے والدین اور بالخصوص اساتذہ کو پیش کرنے ہوں گے۔ چوں کہ طلباء ہی مستقبل کے معمار ہوتے

---

[29]۔ ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ، الترمذی ،**سنن الترمذی**،(بیروت لبنان :دار التفصیل،مرکز البحوث وتقنیه المعلومات،طبعه الثانیه ،1437ھ) کتاب الزهد عن رسول اللهﷺ،باب فیمن تکلم بکلمة یضحک بها الناس 2: 358،ح2481

ہیں جب ان کا کردار درست ہو گا تو آہستہ آہستہ معاشرہ درست ہو جائے گا کیوں کہ بچے عملی تربیت سے زیادہ اثر لیتے ہیں چونکہ نقالی بچوں کی جبلت میں ہوتی ہے، چناں چہ اس بات کی طرف توجہ کئے بغیر معاشرہ کو درست نہج پر لانا آسان نہیں۔

3۔ سیرت النبی ﷺ اور علم الاخلاق کے حوالے سے تعلیمی اداروں میں تربیتی ورکشاپس، عملی مشقوں، سیمینارز اور ماہرین تعلیم اور علماء کرام کے خطبات اور لیکچرز کا اہتمام کیا جائے۔

۔عصر حاضر کا انسان مادیت پرست بن چکا ہے، مادیت نے اس کے اخلاق کو بگاڑ دیا اس لئے ضروری ہے کہ انسان کو مادیت سے نکال کر اعلیٰ اخلاق کی طرف لایا جائے تاکہ وہ معاشرہ کے افراد کے لئے باعث اطمینان بن سکے۔

5۔ موجودہ زمانے میں تعصب اور گروہ بندی کے خاتمہ کے لئے ضروری ہے کہ تمام مذاہب اور تمام مسالک کے مابین سیمینار منعقد کئے جائیں اور اختلافات کے خاتمہ کے لئے ایسی کمیٹیاں بنائی جائیں جن کا کام اپنے اپنے مسلک اور مذہب سے انتہاپسندی و فرقہ واریت کا خاتمہ ہو۔

6۔ حکومتی سطح پر علماء اور اساتذہ کے سیرت کورسسز ڈیزائن کئے جائیں، جن میں سیرت النبی ﷺ کی روشنی میں طلبا اور عوام کی تربیت کے عملی پہلو سکھائے جائیں تاکہ وہ معاشرہ کی اصلاح کے لئے سیرت النبی ﷺ سے راہنمائی لیتے ہوئے ان کی تربیت کر سکیں۔

7۔ عصر حاضر میں میڈیا اور خصوصی طور پر سوشل میڈیا کی اہمیت سے انکار نہیں کیا جا سکتا، آج سوشل میڈیا کو ذہن سازی کے لئے ہر ملک اور ہر مذہب اپنا رہا ہے، طلبا اور عوام الناس اپنے بیشتر اوقات سوشل میڈیا پر صرف کرتے ہیں ، چناں چہ ضروری ہے کہ سیرت النبی ﷺ سے راہنمائی حاصل کرتے ہوئے ایسے پروگرام بنائے جائیں جن کی مدد سے افراد معاشرہ کو سیرت النبی ﷺ سے آگاہی ممکن ہو۔

Bibliography

1. Al-Qurʾān
2. al-Tirmidhī, Abū ʿĪsá Muḥammad b. ʿĪsá. *Sunan al-Tirmidhī*. Beirut: Dār al-Taʾṣīl, Markaz al-Buḥūth wa-Taqniyyat al-Maʿlūmāt, 1st ed., 1435 AH.
3. al-Bukhārī, Muḥammad b. Ismāʿīl. *Ṣaḥīḥ al-Bukhārī*. Beirut: Dār al-Taʾṣīl, Markaz al-Buḥūth wa-Taqniyyat al-Maʿlūmāt, 1st ed., 1433 AH.
4. Abū Dāwūd, Sulaimān b. al-Ashʿath. *Sunan Abū Dāwūd*. Beirut: Dār al-Taʾṣīl, Markaz al-Buḥūth wa-Taqniyyat al-Maʿlūmāt, 1st ed., 1435 AH.
5. al-Iṣfahānī, Imām Rāghib. *Mufradāt al-Qurʾān*. Translated and with commentary by Maulānā Muḥammad ʿAbdah Fīrūzpūrī. Lahore: Islāmī Academy, June 1987.
6. al-Sīwahrvī, Ḥifẓ al-Raḥmān, Maulānā. *Akhlāq aur Falsafah-i-Akhlāq*. Delhi: Nadwat al-Muṣannifīn, 1940.
7. al-Mubārakpūrī, Ṣafī al-Raḥmān. *Al-Raḥīq al-Makhtūm*. Lahore: al-Maktabah al-Salfiyyah, n.d.
8. Ibn Hishām, Muḥammad b. Isḥāq b. Yasār Abū Muḥammad ʿAbd al-Mālik. *Sīrat al-Nabī*. Translated by Yāsīn ʿAlī Ḥasanī Niẓāmī. Lahore: Idārah Islāmiyyāt, May 1992.
9. Fīrūz al-Dīn, Maulvī. *Fīrūz al-Lughāt Urdū Jāmiʿ*. Lahore: Fīrūz Sons Private Limited, 2010.
10. Maʿlūf, Luwīs. *Al-Munjid*. Translated by Maulānā ʿAbd al-Ḥafīẓ Bilyāwī. Lahore: Maktabah Qudsiyyah, 2009.
11. Mughal, Ṭāriq Maḥmūd. *Muʿāsharatī Nafsiyāt*. Lahore: Urdū Science Board, 5th ed., n.d.
12. Kīrānawī, Waḥīd al-Zamān. *Al-Qāmūs al-Iṣṭilāḥī al-Jadīd*. Delhi: Maktabah Ishaʿat al-Qurʾān, 1979.
13. Mudaththir Aḥmad Qāsmī. "Islāmī Taʿlīmāt Maṣbat Soch kī Targhīb Dētī Haiñ." *Inqilāb*, February 10, 2010. https://www.inquilab.com/features/articles/islamic-teachings-encourage-positive-thinking-42554 (accessed October 1, 2024).
14. Asqar, ʿUmar Sulaimān. *Taqwá: Ahmiyyat, Faḍīlat aur Fawāʾid wa-Thamarāt*. Translated by Ḥāfiẓ Saʿīd al-Raḥmān. Lahore: Dār al-Andalus, n.d.

15. Kāndhlawī, Maulānā Muḥammad Idrīs. *Maʿārif al-Qurʾān*. Shahdādpūr, Sindh: Maktabah al-Maʿārif Dār al-ʿUlūm al-Ḥusainiyyah, 1419 AH.
16. Ṭāhir Akbar, Muḥammad. "Fiqh al-Sīrah kī Roshni meñ Intihā Pasandī ke ʿAwāmil wa-Tadāruk." *Al-Abṣār* 1, no. 1 (January–June 2022): 20.
17. al-Tirmidhī, Abū ʿĪsá Muḥammad b. ʿĪsá. *Sunan al-Tirmidhī*. Beirut: Dār al-Tafṣīl, Markaz al-Buḥūth wa-Taqniyyat al-Maʿlūmāt, 2nd ed., 1437 AH.
18. Razā Mīman Taḥsīnī, Muftī Muḥammad Aslam. *Wāʿiẓ al-Jumuʿah: Tawāḍuʿ, ʿAjzī, Inkisārī aur Us kī Barkāt*. Karachi: Dār Ahl al-Sunnah, 2021.